

Let's Continue



part 2

کون ہے؟

حارث جیسے ہی تنہائی کے بعد اپنے کمرے کی طرف بڑھا، فضا اچانک بدلنے لگی۔

ہوا میں ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہونے لگا، جیسے سانس لینا بھی مشکل ہو گیا ہو۔

پہلے آسمان پر ایک لالی ابھری، پھر وہ لالی پھیلتی گئی اور پورا آسمان ایسے لگنے لگا جیسے خون سے رنگ دیا گیا ہو۔
چاند کہیں غائب ہو گیا۔ ستارے ایک ایک کر کے بجھنے لگے۔

ہوا تیز جھونکوں میں چلنے لگی۔

ہوسٹل کے درختوں کی شاخیں زور زور سے ٹوٹنے کے قریب آوازیں کرنے لگیں۔
گیٹ اور کھڑکیاں ہوا کے دباؤ سے زور زور سے بجنے لگیں:
دھڑام... دھڑام... دھڑام...

کوریڈور کی لائٹس جھپکنے لگیں۔

ایک لمحے میں پوری روشنی، پھر اگلے لمحے اندھیرا۔
روشنی اور اندھیرے کے بیچ حارث کے چہرے پر خوف صاف جھلکنے لگا۔

وہ اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوا بڑبڑایا:

"یہ بس وہم ہے... ہوسٹل پرانا ہے، اس لیے ایسا لگ رہا ہے۔"

مگر جیسے ہی وہ آگے بڑھا، اسے محسوس ہوا... کوئی اُس کے پیچھے ہے۔
بہت ہلکی سی آہٹ۔

قدموں کی چاپ۔

حارث نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔

اندھیرا۔ خالی کوریڈور۔

اس کا دل اور زور سے دھڑکنے لگا۔

اس بار اُس نے قدم تیز کر دیے۔

لیکن...

جو آواز اُس کے قدموں کے ساتھ تھی، وہ بھی تیز ہو گئی۔

ٹھک... ٹھک... ٹھک...

اب وہ تیز چل رہا تھا، اور وہ "کچھ" بھی اُسی رفتار سے ساتھ چل رہا تھا۔
پسینہ اُس کی پیشانی سے بہنے لگا۔

کوریڈور کی کھڑکی زور سے بند ہوئی۔ **دھڑام!**

حارث اچھل کر رک گیا۔

اس کا گلہ خشک ہونے لگا۔ وہ کانپتی آواز میں بولا:

"ک... کون ہے؟ سامنے آؤ!"

جواب؟

خاموشی۔ صرف ہوا کا شور اور بجاتی ہوئی کھڑکیوں کی آواز۔

حارث نے ایک بار پھر اپنے قدم بڑھائے، مگر اب وہ تقریباً بھاگنے لگا تھا۔
آہٹیں بھی اتنی ہی تیز۔

لگتا تھا جیسے کوئی اُس کے بالکل پیچھے ہے۔

اب اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

اس نے ہمت کر کے اچانک پلٹ کر زور سے چلایا:

"کون ہے؟ سامنے آؤ...!!!"

پورے ہوسٹل میں اُس کی آواز گونج گئی۔
لیکن جواب میں صرف ایک سرد خاموشی ملی۔
اس کی نظریں ڈر کے مارے ہر طرف بھاگنے لگیں۔
اوپر... آسمان پر۔
پورا آسمان لال۔
چاند غائب۔
ستارے معدوم۔

وہ خوفزدہ لہجے میں بڑبڑایا:
"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے...؟"

پھر وہ اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ اُس نے پوری طاقت سے اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔

کوریدور کی لائٹس اب پوری طرح ٹمٹما رہی تھیں، کبھی آن کبھی آف۔
دروازے خود بخود ہل رہے تھے۔

وہ بھاگتا گیا... بھاگتا گیا...
دل کی دھڑکن کانوں میں ڈھول کی طرح گونج رہی تھی۔

آخر کار اُس نے کمرے کا نمبر دیکھا، تیزی سے دروازہ کھولا، اندر گھسا اور دھڑام سے بند کر لیا۔

سانس پھولا ہوا تھا۔ پسینہ ٹپک رہا تھا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گیا۔
خوف اور تھکن سے کانپ رہا تھا۔

اُس جگہ جدھر

حارث نے "کون ہے" کی آواز لگائی تھی۔
وہاں... اندھیرے میں دیوار کے پیچھے...

ایک کالا سایا بالکل خاموش کھڑا تھا۔
اس کے وجود سے عجیب سی سرد روشنی نکل رہی تھی۔

سایہ ہلتا نہیں تھا، سانس نہیں لیتا تھا، بس خاموشی سے کھڑا تھا...
جیسے ابھی بھی حارث کو دیکھ رہا ہو۔

کامری میں آنے کے بعد

حارث پھر آہستہ آہستہ سانس قابو میں کرنے لگتا ہے۔

اس کی نظر دائیں طرف جاتی ہے۔

فراز، آصف اور بلال سکون سے اپنے بستروں پر گہری نیند سو رہے تھے۔

کسی کو خبر ہی نہیں تھی کہ ابھی باہر کیسی قیامت گزر گئی تھی۔

حارث نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خود سے کہا:

"بس... بس حارث، تو پاگل ہو رہا ہے۔ وہم تھا، سب وہم۔"

وہ بیگ ایک طرف رکھتا ہے، بستر سیدھا کرتا ہے، آہستہ سے لیٹتا ہے۔
کچھ دیر کروٹیں بدلتا ہے لیکن تھکن اتنی تھی کہ آخر کار نیند غالب آ گئی۔

صبح کا منظر

پرندوں کی چہچہاہٹ۔

کھڑکی سے سورج کی ہلکی روشنی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

حارث آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

اپنے بال سنبھالتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔

کمرے میں اب بھی ہلکی سی ٹھنڈک اور خاموشی تھی۔

وہ فوراً **فراز، آصف اور بلال** کی طرف بڑھا اور زور سے آواز دی:

"اُٹھو بھائیو، یونیورسٹی کے لیے دیر ہو جائے گی!"

فراز آنکھیں کھولے بغیر کروٹ بدل کر بولا:

"حارث بھائی... ابھی دو دن بعد کلاسز ہیں، آج کوئی یونی نہیں۔"

آصف نیند میں ہی بڑبڑایا:

"ہاں یار... ابھی سو جا... بڑی مشکل سے نیند آئی ہے۔"

بلال نے تو سیدھا کمبل سر تک کھینچ کر بولا:

"قسم سے حارث، اگر پھر جگایا نہ تو یہ تکیہ تیرے منہ پر مار دوں گا۔"

یہ سن کر حارث حیرت سے کھڑا رہ گیا۔

پھر خود ہی ہنس پڑا:

"واہ... مطلب کلاسز دو دن بعد ہیں... تو میں ہی الٹی دنیا کا شہزادہ بن رہا تھا۔"

پھر وہ سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے بولا:

"چلو... مگر جب تک میں ہوں، کوئی بھی دن ضائع نہیں کرنا۔ تم لوگ چاہے سو

جاؤ، میں تو جاگ رہا ہوں۔"

اتنا کہہ کر اُس نے دوبارہ انہیں دیکھنے کے لیے پلٹا تو... تینوں دوبارہ گہری نیند

میں ڈوب چکے تھے۔

حارث ہنستے ہوئے بولا:

"واہ... بڑی جلدی سوتے ہو تم لوگ۔"

دن کا وقت

اگلے چند گھنٹے حارث نے ہاسٹل کے چھوٹے موٹے کاموں میں گزارے۔

کبھی بیگ ترتیب دینا، کبھی کپڑے تہہ کرنا، کبھی لابی میں جا کر پانی لینا،

کبھی کینٹین کا چکر لگا لینا۔

دوپہر کے وقت **فراز، آصف اور بلال** بھی اٹھ گئے۔

کھانے پر سب نے خوب شور شرابہ کیا، کسی نے چائے گرا دی، کسی نے پلیٹ آگے

دھکیل دی۔

حارث اکثر مسکرا رہا تھا۔

کبھی کبھی اُس کی سادگی پر سب اسے چھیڑتے بھی تھے۔

کھانے کے بعد جب سب آرام کرنے لگے تو حارث کھڑا ہوا اور بولا:

"یار، مجھے کچھ سوٹ خریدنے ہیں یونی کے لیے۔ میں mall جا رہا ہوں۔"

فراز نے ہنستے ہوئے کہا:

"واہ بھائی، ابھی یونی شروع ہونے میں دو دن ہیں اور تیاری ایسے کر رہا ہے جیسے کل ہی وزیراعظم کی تقریر دینی ہو۔"

آصف نے مزید چھیڑا:

"ہاں حارث بھائی... سوٹ لیتے وقت یاد رکھنا، ہماری شادیوں پر بھی کام آئیں گے!"

بلال نے تو قہقہہ لگایا:

"یار، مجھے لگتا ہے یونیورسٹی والے حارث کو فیشن شو میں بھی ڈال دیں گے۔"

حارث ہنستے ہوئے سر ہلا کر بولا:

"تم لوگ مذاق کرو، مگر کل جب پروفیسر کہیں گے 'ڈریس اپروپریٹ ہونا چاہیے' تو تم تینوں میرے پاس کپڑے مانگنے آؤ گے!"

یہ کہہ کر اُس نے اپنا پرس اٹھایا، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دوستوں کو سلام کیا اور mall کے لیے نکل پڑا۔

حارث کا پہلا مال کا تجربہ

حارث دوپہر کے وقت باسٹل سے نکلا۔ بس اسٹاپ تک چلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ نیا شہر کتنا مختلف ہے۔ گاؤں میں تو ہر چیز سامنے، چھوٹی چھوٹی، سادہ اور سیدھی۔ مگر یہاں کی گلیاں، بڑی بڑی سڑکیں، گاڑیوں کا شور، سب کچھ ہی الگ سا لگ رہا تھا۔

وہ بس میں بیٹھا اور بلال کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑا۔ جیسے ہی بس ڈولمین مال کے سامنے رکی، حارث نے کھڑکی سے باہر جھانکا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا:

"یا اللہ... یہ... یہ کیا ہے؟"

سامنے ایک شاندار، اونچا، روشنیوں سے چمکتا ہوا mall کھڑا تھا۔ شیشے کی دیواریں، بڑے بڑے سائن بورڈز، اندر جاتے لوگوں کا ہجوم... حارث کے قدم جیسے رک گئے۔

وہ بس سے اترا تو mall کے بڑے گیٹ کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اتنی بڑی عمارت اُس نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ کچھ لمحوں کے لیے وہ بالکل سنائے میں آ گیا، جیسے دماغ ہی بند ہو گیا ہو۔

پھر آہستہ آہستہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا:
”یہ... یہ تو پورے میرے گاؤں جتنا بڑا ہوگا... شاید اس سے بھی بڑا۔“

مال کے اندر کا منظر

حارث نے ہمت کی اور mall کے اندر قدم رکھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ہر طرف چمکتی روشنیوں کا جال، AC کی ٹھنڈی ہوا، خوشبوؤں کی مہک، لوگوں کا شور اور دکانوں کی قطاریں۔ رنگ برنگی کپڑوں کی دکانیں، shoes outlets، perfume shops اور ہر جگہ stylish لوگ۔

حارث کے قدم سست ہو گئے۔ وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھا، جیسے کوئی چھوٹا بچہ نئے کھلونے کی دکان میں داخل ہو جائے۔

لفٹ کا منظر

چلتے چلتے حارث کے سامنے ایک چمکتی ہوئی lift آ گئی۔ وہ کچھ لمحے رک گیا، پھر ہمت کر کے اندر داخل ہوا۔

جیسے ہی دروازہ بند ہوا اور lift نے اوپر جانا شروع کیا، حارث کا رنگ اڑ گیا۔ پیٹ میں عجیب سی گدگدی ہوئی اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا:
”اوہ... اللہ اللہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ... یہ زمین تو نیچے رہ گئی... یہ... ہوا میں جارہی ہے lift؟ یا اللہ خیر...“

وہ گھبرا کر ایک طرف سے دیوار کے ساتھ لگ گیا اور پھر آہستہ آہستہ لیٹ سا گیا، جیسے کسی roller coaster پر بیٹھ گیا ہو۔ اُس کی سانس تیز ہو رہی تھی، آنکھیں خوف اور حیرت میں کھلی ہوئی تھیں۔

چند لمحوں بعد lift دوسری منزل پر رک گئی۔ دروازہ کھلا تو حارث جیسے زندگی کی بازی جیت گیا ہو۔

وہ فوراً باہر نکلا اور زور سے بولا:
”شکر ہے! بچ گیا میں... اللہ کا شکر ہے۔“

پھر اپنے کپڑوں کو سیدھا کرتے ہوئے اُس نے اردگرد دیکھا، اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا کر آہستہ آواز میں بولا:
”اگر کوئی ساتھ ہوتا تو میرا پکا مذاق بنتا lift میں... اللہ کا کرم ہے میں اکیلا تھا۔“

اور وہ آہستہ آہستہ mall کے اندر چل پڑا۔

حارث اور کپڑوں کی تلاش

حارث دوسری منزل پر پہنچا تو چاروں طرف **شاندار دکانیں** تھیں۔ ہر shop کے باہر روشنیاں جگمگا رہی تھیں، mannequins پہنے ہوئے کپڑے ایسے لگ رہے تھے جیسے فلمی اداکاروں کے وارڈروب سے نکلے ہوں۔

وہ دکان سے دکان دیکھتا جا رہا تھا۔ کسی دکان میں stylish shirts، کسی میں branded jackets، کسی میں jeans کی قطاریں۔ ہر mannequin پہناوا ایسے دکھا رہا تھا جیسے وہ خود کہہ رہا ہو:
”لے جا مجھے، تجھے star بنا دوں گا۔“

حارث کی آنکھیں حیرانی اور دل میں خواہشیں، لیکن جیب میں... صرف گنے چنے پیسے۔

وہ کبھی ایک قمیص دیکھتا، کبھی دوسرے سوٹ کی قیمت پر نظریں جما لیتا۔ مگر ہر tag پر لکھی بھاری رقم دیکھ کر اس کے دل پر بوجھ سا پڑتا جا رہا تھا۔

”یہ تو میرے پورے مہینے کا خرچ نکل جائے گا... نہیں... یہ تو میرے گاؤں کا آدھا خرچ نکل جائے گا۔“
وہ دل ہی دل میں سوچتے ہوئے آگے بڑھتا گیا۔

پھر ایک دکان دار جو کچھ دیر سے حارث کو غور سے دیکھ رہا تھا، مسکرا کر قریب آیا۔

”بھائی جان، آپ کو کچھ سستے اور اچھے کپڑے چاہییں لگتا ہے نا؟“

حارث شرمندگی سے مسکرایا، نظریں جھک گئیں۔
”جی... ہاں...“

دکاندار نے نرمی سے کہا:

”پھر آپ نیچے پہلی منزل پر چلے جائیں۔ وہاں budget والے کپڑے مل جاتے ہیں۔ یہاں تو زیادہ تر branded اور مہنگے ہی ہیں۔“

یہ سن کر حارث کا دل جیسے خوشی سے ہلکا ہو گیا۔ اس نے دکاندار کا شکریہ ادا کیا اور نیچے جانے کے لیے راستہ ڈھونڈنے لگا۔

لفٹ کا ڈر

جیسے ہی وہ corridor میں آگے بڑھا، اس کی نظر سامنے آتی چمکتی ہوئی لفٹ پر پڑی۔

لفٹ کے دروازے کھلتے اور بند ہوتے دیکھ کر اس کے پیٹ میں پھر وہی گدگدی اور ڈر تازہ ہو گیا۔

”نہیں... نہیں... اب دوبارہ اس میں نہیں جانا... بالکل نہیں۔“
اس نے خود سے کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔

چند لمحے وہ وہیں کھڑا سوچتا رہا کہ پھر جائے کیسے؟ لوگ ایک کے بعد ایک لفٹ میں گھستے اور مزے سے نیچے اتر جاتے۔
مگر حارث کے قدم لفٹ کے قریب بھی نہ جا سکے۔

اتنے میں ایک گارڈ نے حارث کو پریشان کھڑا دیکھا۔ وہ آگے آیا اور مسکرا کر بولا:
”بھائی جان، آپ کو نیچے جانا ہے؟“

حارث نے ہچکچاتے ہوئے کہا:

”جی... وہ... نیچے جانا ہے مگر میں... لفٹ میں نہیں بیٹھوں گا۔“

گارڈ نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کیا:

”تو پھر ادھر آئیے، یہ سیدیاں ہیں۔ سیدھا نیچے پہلی منزل پر لے جائیں گی۔
آسان ہے۔“

سیڑھیوں سے اترنا

حارث نے سکون کا سانس لیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

سیڑھیوں پر پاؤں رکھتے ہی اس نے نیچے جھانکا تو ایک لمبی سرپل سیڑھی جیسے گہرائی میں جاتی ہوئی دکھائی دی۔
وہ آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

ہر قدم پر وہ سوچتا:

”یہ سیڑھیاں بھی بڑی شان سے بنی ہیں... میرے گاؤں کی کچی اینٹوں والی سیڑھیاں ہوتیں تو اب تک ٹوٹ چکی ہوتیں...“

آخری چند قدم اترنے کے بعد جب وہ پہلی منزل پر پہنچا تو اُس کے چہرے پر اطمینان کی مسکراہٹ آ گئی۔

”بس... اللہ کا شکر ہے، نیچے پہنچ گیا۔ لفٹ سے تو بہتر ہے یہ راستہ۔“

اور وہ چاروں طرف سستی دکانوں کی قطاروں کو دیکھنے لگا۔

اب اگے کے لیے انتظار کروں